حدِّ سرقہ اور اس کی شرائط

حافظ مسعود قاسم

اسلامی شریعت نے جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ اصلاحِ معاشرہ کے مقصد سے ہیں اور عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔ ان کے نفاذ کا مقصد معاشرہ کو جرائم سے پاک کرنا ہے۔

اسلامی شریعت میں سزاؤں سے متعلق احکام دو قسم کے ہیں: جن جرائم پر قرآن و سنت میں سزائیں مقرر کردی گئی ہیں ان کو 'حدود' کہا جاتا ہے۔ یہ سزائیں ارتداد، زنا، چوری، قذف، رہ زنی اور شراب نوشی سے متعلق ہیں اور قتل کی سزا قصاص یا دیت ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے جرائم کی سزاؤں کو حاکمِ وقت کی صواب دید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ ایسی سزاؤں کو 'تعزیر' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ان سزاؤں کے مقرر کرنے میں جرم کی نوعیت، مجرم کی حالت اور معاشرہ کے حالات یعنی نفع ونقصان کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ ایسی سزاؤں کا اُصول قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا:

وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (الشوریٰ: ۴۰)

اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ پھر جو شخص معاف کردے اور اصلاح کرلے تو اس کا اجروثواب اللہ کے ذمہ ہے، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

حد کا مفہوم

حدود 'حد' کی جمع ہے، اس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

و أصل الحدّ ما يحجز بين شيئين فيمنع أخلاطهما، و حدالدار مايميّزها،

حد اصل میں اسے کہا جاتا ہے جس کے ساتھ دو چیزوں کے درمیان امتیاز کیا جاسکے اور

وحد الشیئ وصفه المحیط به الممیّز له عن غیره، وسمیت عقوبة الزانی ونحوه حدّاً لکونها تمنعه المعاودة أو لکونها مقدّرة من الشارع۔ ا؎

دونوں کا اختلاط رک جائے۔ گھر کی حد وہ ہوتی ہے جو اسے ممیز کردے اور چیز کی حد اس کا ایسا وصف ہوتا ہے جس کے ساتھ وہ اپنے غیر سے ممیز ہوجاتی ہے۔ زانی اور اس جیسے (دیگر مجرم) کی سزا کا نام 'حد' اس لیے رکھا گیا ہے کہ یہ سزا اس (مجرم) کو گناہ کا دوبارہ ارتکاب کرنے سے روکتی ہے یا اس لیے کہ یہ سزا شارع کی طرف سے مقدر کی گئی ہے۔

اقامتِ حدود کے فوائد

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حدّ یعمل به فی الأرض خیر لأهل الأرض من أن یمطروا أربعین صباحاً۔ ۲؎

زمین پر حد کا نفاذ اہلِ زمین کے لیے چالیس روز کی بارش سے زیادہ بہتر ہے۔

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

وهٰذا لأن المعاصی سبب لنقص الرزق والخوف من العدوّ، کما یدلّ علیه الکتاب والسنة، فإذا أقیمت الحدود ظهرت طاعة اللّٰہ ونقصت معصیة اللّٰہ تعالٰی فحصل الرزق والنصر۔ ۳؎

یہ اس لیے کہ معاصی کا ارتکاب رزق کی کمی اور دشمن کے خوف کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ لہٰذا جب حدود قائم کی جائیں گی تو اللہ کی اطاعت ظاہر ہوگی اور اس کی معصیت میں کمی واقع ہوگی، اس کے نتیجہ میں رزق ونصرتِ الٰہی کا حصول ہوگا۔

ایک دوسری حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إقامة حدٍ من حدود اللّٰہ خیر من مطر أربعین لیلة فی بلاد اللّٰہ عزوجل ۴؎

اللہ کی حدود میں سے ایک حد کو قائم کرنا اللہ کی بستیوں میں چالیس راتوں کی بارش سے بہتر ہے۔

چور پر حد جاری کرنے کا حکم

قرآن کریم میں چوری کی سزا بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَیْدِیَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالاً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ (المائدۃ:۳۸)

چور مرد اور چور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ یہ سزا ہے ان کے کام (چوری) کی اور عذاب ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔ وہ مفاسد کا قلع قمع کرتا ہے۔ انہی مفاسد میں سے ایک فعلِ شنیع چوری ہے، جس کی سزا قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت میں بیان ہوئی ہے۔ لیکن کچھ طبائع پر قرآن حکیم کے یہ اصلاح پسندانہ احکام گراں گزرتے ہیں۔ وہ ان سزاؤں کو وحشیانہ اور سنگ دلانہ کہتے ہیں۔ آئندہ سطور میں اس اعتراض کا جائزہ لینے اور حدِ سرقہ (چوری کی سزا) کی معقولیت واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اسلام میں کفالت کی ضمانت

اسلامی شریعت نے معاشرہ کے ہر فرد کی کفالت کی ضمانت دی ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کے واضح اشارے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ فِیْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات:۱۹)

اور ان کے مالوں میں سائل ومحروم کے لیے معلوم حق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے انسانوں پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

ما أطعمت نفسک فهو لک صدقة، و ما أطعمتَ ولدک فهو لک صدقة و ما أطعمتَ زوجَک فهو لک صدقة و ما أطعمت خادمک فهو لک صدقة۵۔

جو تو اپنے آپ کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو تو اپنی اولاد کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو تو اپنی بیوی کو کھلائے وہ تیرے لیے صدقہ ہے اور جو تو اپنے خادم کو کھلائے وہ تیرے لئے صدقہ ہے۔

ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

انّک لا تنفق نفقة الا اجرک اللّٰہ فیھا حتی ما تجعل فی فی امرأتک ۶؎

بلاشبہ تو جو کچھ خرچ کرے گا اللہ تجھے اس کا اجر دے گا، یہاں تک کہ اس لقمہ کا بھی اجر دے گا جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکومتی کفالت کی اعلیٰ مثال یوں ذکر فرمائی ہے:

أنا اولٰی بالمؤمنین من أنفسھم، فمن مات و ترک مالاً فمالُہ' لموالی العصبة، وَمَنْ ترک کلاّ او ضَیاعًا فأنا ولیه' فَلاُدْعی لَه' ۷؎

میں مسلمانوں کا خود اُن کی ذات سے بھی بڑھ کر ولی ہوں۔ پس جو شخص مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جس نے بیوی بچے چھوڑے ہوں یا اس پر قرض ہو تو میں اس کا ولی ہوں، لہٰذا اس کے لیے مجھے بلایا جائے۔

اسلام میں اجتماعی کفالت کی صورت یہ نہیں ہے کہ حکومت تمام املاک پر قابض ہو کر ایک ایک فرد کو اپنا تن خواہ دار نوکر بنالے اور انہیں تمام آزادیوں سے محروم کر کے غلاموں کی طرح انھیں روٹی کپڑا، دوا اور سر چھپانے کی جگہ فراہم کر دے، بلکہ اسلامی معاشرہ میں کفالتِ عامّہ کی صورت یہ رکھی گئی ہے کہ ہر فرد حدودِ شریعت میں رہ کر زیادہ سے زیادہ کمائے، اپنی ضروریات پر مناسب خرچ کرے اور جو کچھ اس کی ضرورت سے زائد ہو، اسے معاشرہ کے نسبتاً پس ماندہ اور نادار لوگوں پر خرچ کرے، تاکہ انہیں اوپر اٹھنے میں مدد ملے۔ اس عمل سے معاشرتی ناہمواریوں کا خاتمہ ہوگا اور معاشرہ میں اعتدال و توازن قائم ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلاَ تُسْرِفُوْا إِنَّه' لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (الاعراف:۳۱)

کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، بلاشبہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

مزید ارشاد ہے:

يَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرة:۲۱۹)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ کہہ دیجیے کہ جو کچھ زائد ہو اسے خرچ کر دو۔

قرآن میں ایک جگہ ان مدّات کا بیان ہے جن میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّكٰوةَ (البقرة:۱۷۷)۸؎

(نیک وہ شخص ہے جو) اللہ کی محبت میں رشتہ داروں پر، یتیموں پر، مسکینوں پر، مسافروں پر اور غلاموں کی رہائی پر مال خرچ کرے، نماز قائم کرے اور زکوۃ ادا کرے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں! انھوں نے کہا: کیا نصف کی؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں! انھوں نے پھر کہا: ایک تہائی کی؟ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں ایک تہائی کی وصیت کردو، ایک تہائی بہت ہے''۔ پھر ارشاد فرمایا: ''تیرا اپنے رشتہ داروں کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے اور وہ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلاتے پھریں''۔۹؎

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں جو مال دار ہوں، ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے نادار رشتہ داروں پر اپنی دولت خرچ کریں۔ اس صورت میں معاشرہ میں جو محتاج ہوگا، باہمی کفالت کے ذریعے اس کی ضروریات پوری ہوجائیں گی اور بالفرض اگر اس کی ضروریات پوری نہ ہوسکیں تو اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ سرکاری خزانہ سے ایسے لوگوں کی ضروریات کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کے وظائف مقرر کرے اور جو لوگ کام کرنے کے قابل ہوں ان کی اہلیت کے مطابق ان سے کام لے۔ اس معاملہ میں مسلم اور غیر مسلم کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا یہی طرزِ عمل تھا۔

قاضی ابو یوسفؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ کا کسی گھر کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے وہاں دروازے پر ایک نابینا بوڑھے کو بھیک مانگتے ہوئے پایا۔ آپؓ نے اس کا بازو پکڑا اور کہا: تم اہل کتاب کے کس فرقے سے تعلق رکھتے ہو؟ بوڑھا بولا: یہود سے۔ آپؓ نے فرمایا: جو میں دیکھ رہا ہوں، اس تک تجھے کس چیز نے پہنچایا ہے؟ بوڑھے نے کہا: میں اس عمر میں جزیہ اور ضرورت کے لیے مانگتا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس کا

ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے گھر لے جا کر کچھ دیا، پھر بیت المال کے خزانچی کو یہ پیغام بھیجا:

اُنْظُرْ ھٰذا وَ ضُرَبَاءَہٗ، فواللّٰہ ما انصفناہُ اَنْ اَکَلْنَاشَبِیْبَتَہٗ ثُمَّ نَخْذُلُہٗ عِنْدَالْھَرَمِ ۱۰؎

اس کا اور اس جیسے دوسرے لوگوں کا خیال کرو۔ اللہ کی قسم! ہم اس کے ساتھ انصاف کرنے والے نہیں ہوں گے اگر اس کی جوانی سے تو فائدہ اٹھائیں، لیکن اس کے بڑھاپے میں اسے بے یارو مددگار چھوڑ دیں۔

حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر فرمایا:

لا توخذ الجزیۃ من الشیخ الکبیر الذی لا یستطیع العمل ولا شیئی لہ و کذٰلک المغلوب علی عقلہ لا یوخذ منہ شیئی ۱۱؎

بہت بوڑھا شخص، جو کام کرنے کی طاقت نہیں رکھتا اور نہ اس کے پاس کوئی چیز ہے، اس سے جزیہ نہ لیا جائے اور نہ مغلوب العقل سے کچھ لیا جائے۔

جو معاشرہ اس قسم کی اجتماعی کفالت کے اصول پر قائم ہو، اس میں اگر کوئی شخص چوری جیسے قبیح فعل کا ارتکاب کرے، دوسروں کے مال کی طرف ناحق ہاتھ بڑھائے اور ان کی بے خبری میں ان کا مال ہتھیا لے، تو وہ اس لائق ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔

اسلامی ریاست کے اجتماعی نظامِ کفالت کو دیکھتے ہوئے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ چوری پر ہاتھ کاٹے جانے کی سزا وحشیانہ اور سنگ دلانہ ہے۔ یہ تو اس کا ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ سزا کا مقصد اصلاحِ نفس، جرائم کا سدِّ باب، معاشرہ میں امن وامان قائم کرنا اور شہریوں کے دلوں سے خوف و ہراس ختم کرنا ہے۔ یہ مقاصد سخت قسم کی سزا سے ہی حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ شریعتِ اسلامی کو دوام حاصل ہے اور اس کی سزائیں بھی دائمی ہیں۔ ان کے مقاصد بھی غیر متبدل اوصاف کے حامل، زمان و مکان کی قید سے آزاد اور ہمیشہ اور ہر جگہ یکساں مفید ہیں۔

اقامتِ حدود حکومت کی ذمہ داری ہے

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے فرمایا: ''لوگوں کے لیے حکومت کا ہونا ضروری ہے، خواہ حکومت نیک ہو یا بد''۔ اس پر حاضرین میں سے کسی نے کہا: امیر المؤمنین! نیک حکومت کو تو ہم

جانتے ہیں، یہ بدحکومت کیسی ہوتی ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا:

يُقَامَ بها الحدود وَتَأمَنُ بها السُبُلُ و يُجَاهَدُ بِهَاالْعَدُوُّ وَيُقْسَمُ بهاالفيئ ۔ ۱۲؎

اس کے ذریعے (کم از کم) حدودِ الٰہیہ جاری کی جائیں، راستے پُرامن ہوں، دشمن سے جہاد کیا جائے اور مالِ غنیمت کی تقسیم ہو۔

اقامتِ حدود میں سفارش کی مذمت

ہر شخص پر، خواہ وہ شریف ہو یا فاسق و فاجر، مال دار ہو یا غریب، حد قائم کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ کسی کی سفارش یا ہدیہ وتحفہ یا دباؤ کے سبب حدود کا معطل کرنا اور ان کے معاملے میں سفارش کرنا حرام ہے۔ جو حاکم اقامتِ حدّ پر قادر ہونے کے باوجود اسے معطّل کرتا ہے، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اس کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی، نہ فرض نہ نفل۔ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو حقیر عوض پر اللہ کی آیات کو فروخت کرتے ہیں۔ ۱۳؎

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَالَتْ شفاعته دونَ حدٍّ مِن حدود اللّٰہ فقد ضادّ اللّٰہ و من خَاصَمَ فی باطل و هو يعلمه لَمْ يَزَلْ فی سَخَطِ اللّٰہ حتّٰی يُنْزَعَ عَنْهُ۔۔۔

جس شخص کی سفارش اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں حائل ہوئی اس نے یقیناً اللہ کی مخالفت کی اور جس شخص نے جان بوجھ کر باطل کی حمایت میں جھگڑا کیا وہ برابر اللہ کی ناراضی میں رہے گا، یہاں تک کہ وہ اس سے باز آ جائے۔ ۱۴؎

عہدِ نبوی کا واقعہ ہے۔ قبیلۂ قریش کی ایک شاخ بنو مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی۔ اس کے قبیلے کے لوگ بہت گھبرائے۔ انھوں نے آپس میں کہا کہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کون گفتگو کرے گا؟ طے پایا کہ آں حضرتؐ کے منظورِ نظر حضرت اسامہ بن زیدؓ کے سوا کون آپؐ سے اس سلسلے میں بات کرنے کی جرأت کر سکتا ہے؟ انھوں نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کی۔ آپؐ نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

اَتَشْفَعُ فِی حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللّٰہ؟ کیا تم اللہ کی حدو میں سے ایک حد کے معاملے میں سفارش کرنے آئے ہو؟

پھر باہر نکل کر آپؐ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا:

یٰاَیُّھا النّاس! اِنَّمَا ضَلَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ اَنَّھُمْ کَانُوْا اِذَا سَرَقَ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ ، وَاِذَا سَرَقَ الضَّعِیْفُ فِیْھِمْ اَقَامُوْا عَلَیْہِ الْحَدَّ ، وَاَیْمُ اللّٰہِ! لَوْ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ یَدَھَا۔ ۱۵؎

اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لیے گم راہ ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی وضع دار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب ان میں سے کوئی کم زور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی، تو محمدؐ اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ''زانی، چور، شرابی، ڈاکو اور ان جیسوں سے مال لینا جائز نہیں ہے کہ مال لے کر حدود معطّل کر دی جائیں۔ یہ مال نہ بیت المال کے لیے لیا جا سکتا ہے نہ کسی اور مقصد کے لیے۔ حد معطل کرنے کے لیے لیا ہوا مال حرام اور خبیث ہے، اگر یہ کام حاکمِ وقت کرے گا تو اس میں دو فساد جمع ہو جائیں گے: (۱) حد کو معطل کرنا (۲) حرام مال کھانا۔ گویا ایسے شخص کے لیے جس چیز کا حکم تھا یعنی اقامتِ حد، اسے اس نے ترک کر دیا اور جس چیز سے اسے روکا گیا تھا یعنی مال حرام لینے سے، اس کا اس نے ارتکاب کیا''۔ ۱۶؎

سرقہ (چوری) کا مفہوم

سرقہ سے مراد ہے کسی کا مال چھپا کر لے لینا۔ قاموس میں ہے:

سرق منه الشيئ سَرَقاً و سَرَقَةً (راء کے زبر کے ساتھ) اور اسْتَرَقَہٗ: جَاءَ مُسْتَتِرًا اِلٰی حِرزٍ فَاَخَذَ مَالاً لِغَیْرِہٖ ۱۷؎

''چوری یہ ہے کہ کوئی شخص چھپ کر آئے اور کسی شخص کا، حفاظت میں رکھا ہوا مال لے لے''۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں:

السرقة أخذ المال علی وجه الخفية والاستتار۔۱۸	چوری یہ ہے کہ کسی کا مال پوشیدہ طور پر لے لیا جائے۔

قطعِ ید کا نصاب

امام مالکؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے:

ان رسول الله ﷺ قطع فی مجن ثمنه ثلاثة دراهم۔۱۹	رسول اللہ ﷺ نے ایک ڈھال (چوری کرنے) میں، جس کی قیمت تین درہم تھی، ہاتھ کاٹ دیا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے:

''یہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے، جو اس باب میں نبی ﷺ سے روایت کی جاتی ہے۔علمائے حدیث کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔یہی امام مالکؒ کا مسلک ہے۔لہٰذا جو شخص کسی کی حفاظت میں رکھی ہوئی چیز چرالے اوراس کی قیمت اچھی چاندی کے تین درہم کے برابر ہو، تو چور، خواہ آزاد ہو یا غلام، شریف ہو یا وضیع، لیکن بالغ اور مکلف ہو، جس پر حدود وفرائض جاری ہوتے ہیں، تو اس کا ہاتھ کاٹنا واجب ہے۔''۲۰

وہ مزید فرماتے ہیں: ''اگر خالص سونا ہو یا سونے کا ڈلا ہو، خواہ ڈھلا ہوا ہو یا نہ ڈھلا ہوا ہو، تو اس میں تین درہم کی قیمت نہیں لگائی جائے گی، بلکہ ایک چوتھائی دینار کا لحاظ کیا جائے گا اوریہی معتبر ہوگا۔اگرمسروق سونے کا وزن ربع دینار ہوجائے تو چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا۔اور اگر مالِ مسروق چاندی ہوتو اس میں تین درہم کے وزن کا اعتبار ہوگا۔اگر یہ اس وزن کو پہنچ جائے تو اس میں قطعِ ید لازم ہوگا۔اگر مالِ مسروق سونا چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتو امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کے ہاں تین درہم کی قیمت کا اعتبار ہوگا، چوتھائی دینار کا لحاظ نہیں ہوگا۔امام احمد بن حنبلؒ نے سونے، چاندی اور سامان کی قیمت لگانے میں امام مالکؒ جیسی بات کہی ہے،ان مسائل میں سے کسی میں بھی امام مالکؒ کی مخالفت نہیں کی ہے۔۲۱

امام مالکؒ ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا قطع فی ثمر معلّق ولا فی حریسۃ جبل، فاذا آواہ المراح او الجرین فالقطع فیما یبلغ ثمن المجن۔ ۲۲؎

(درخت پر) لٹکے ہوئے پھل میں اور پہاڑ پر (چرنے والی) بکری میں قطعِ ید نہیں ہے، لیکن جب وہ (بکری) گھر میں پہنچ جائے یا پھل خشک کرکے رکھ لیا جائے تو اس صورت میں ڈھال کی قیمت کے برابر چوری کرنے میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اس حدیث کے بارے میں حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق اس حدیث کے مرسل ہونے میں رواۃ نے اختلاف نہیں کیا، یعنی یہ حدیث متصل نہیں، بلکہ مرسل ہے۔

ایک روایت حضرت عمرہ بنت عبدالرحمنؒ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانہ میں ایک چور نے اترنجہ (مالٹا یا سنگترہ) چرایا تو عثمانؓ نے اس کی قیمت لگانے کا حکم دیا۔ اس کی قیمت ایک دینار رمساوی بارہ درہم کے حساب سے تین درہم لگائی گئی تو عثمانؓ نے اس کا ہاتھ کاٹے جانے کا حکم دیا۔ ۲۴؎

روایتِ بالا میں تین درہم کے چوتھائی دینار کے برابر ہونے کا ذکر ہے۔ ایک دوسری روایت میں چوتھائی دینار کے برابر مال چوری کرنے پر ہاتھ کاٹے جانے کی صراحت ہے۔ عمرۃ بنت عبدالرحمنؒ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ماطال علیَّ و مانسیت: القطع فی ربع دینار فصاعداً۔ ۲۵؎

نہ مجھ پر لمبا عرصہ گزرا ہے اور نہ میں بھولی ہوں۔ قطعِ ید ربع دینار یا اس سے زائد میں ہے۔

یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً بھی مروی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تقطع الید فی ربع دینار فصاعداً۔ ۲۶؎

چوتھائی دنیار یا اس سے زیادہ کا مال چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اسی طرح امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے چار مختلف طرق سے یہ حدیث

روایت کی ہے کہ ’’نبی ﷺ نے تین درہم کی مالیت کی ڈھال چوری کرنے پر ہاتھ کٹوادیا تھا‘‘۔۲۷؎

فقہاء کے مسالک

قاضی شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ جب مسروقہ مال سونے اور چاندی کے علاوہ ہوتو ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اس کی قیمت سونے اور چاندی میں سے کس سے لگائی جائے؟ امام مالکؒ کا مشہور مسلک، جو آپ سے روایت کیا گیا ہے، یہ ہے کہ جب رائج الوقت سکہ مختلف ہو تو مسروقہ مال کی قیمت درہم سے لگائی جائے گی نہ کہ دینار سے۔ امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ اشیاء کی قیمت لگانے میں اصل سونا ہے، کیوں کہ زمین کے تمام جواہر میں یہی اصل ہے۔ انھوں نے یہاں تک کہہ دیا ہے کہ اگر تین درہم کی قیمت ربع دینار نہ بنتی ہوتو قطعِ ید واجب نہیں ہے۔ امام مالکؒ نے کہا ہے کہ سونے اور چاندی میں ہر ایک بذاتِ خود معتبر ہے، ان میں سے ایک کی قیمت دوسرے کے ساتھ نہیں لگائی جائے گی۔ بعض اہل بغداد نے ذکر کیا ہے کہ سامان کی قیمت لگانے میں اہل بلد کی نقود (سکہ) کا لحاظ کیا جائے گا۔ عترت (اہل بیت)، امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب اور تمام فقہائے عراق کا مذہب یہ ہے کہ قطعِ ید کا موجب نصاب دس درہم ہے، اس سے کم میں قطعِ ید نہیں ہے۔۲۸؎

سفیان ثوریؒ، ابوحنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور محمدؒ کہتے ہیں کہ دس درہم چاندی یا ایک دینار خالص سونا کے وزن میں ہاتھ کاٹا جائے گا اور جب تک چور سامان کو آدمی کی ملکیت سے نہ نکال لے، تب تک ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس مسلک کو اختیار کرنے والوں کی دلیل عمرو بن شعیبؒ اور ابن عباسؓ سے مروی وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ جس ڈھال کی چوری میں آپؐ نے ہاتھ کٹوایا تھا اس کی قیمت دس درہم تھی۔۲۹؎

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ فرماتے ہیں کہ ’’ڈھال کی قیمت کے سلسلہ میں مختلف آثار ملتے ہیں: ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کی روایات ہم بیان کرچکے ہیں۔ عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں ہے کہ ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس درہم تھی۔ ایک دوسری روایت میں، جو

حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے، بیان کیا گیا ہے کہ اس کی قیمت تین درہم یا پانچ درہم تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں ایک شخص نے ڈھال چرائی، جس کی قیمت پانچ درہم لگائی گئی تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ ابن شبرمہؒ اورابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ پانچ درہم یا اس سے زائد میں قطعِ ید ہوگا۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانچ درہم قیمت میں ہاتھ کاٹ دیا۔ لیکن یہ حدیث محدثین کے ہاں ضعیف ہے''۔۳۰؎

کن چیزوں میں قطعِ ید نہیں ہے؟

مختلف روایات اور عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ میں پیش آنے والے واقعات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کن چیزوں کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا اور کن کی چوری پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا؟ اسی طرح ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کن صورتوں میں قطع ید کی سزا نہیں دی جائے گی۔

امام مالکؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک غلام نے ایک شخص کے باغ سے کھجور کا ایک پودا چرا کر اسے اپنے آقا کے باغ میں لگا دیا۔ پودے والا اپنے پودے کی تلاش میں نکلا اور اسے پالیا۔ اس نے مروان بن حکم کے پاس اس غلام کی شکایت کردی۔ مروان نے غلام کو قید کر دیا اوراس کا ہاتھ کاٹنا چاہا۔ غلام کا آقا حضرت رافع بن حذیجؓ کے پاس گیا اوران سے اس بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے اسے بتایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: **لَا قَطْعَ فِي ثَمَرٍ وَّ لَا كَثَرٍ** (پھل اور پودے میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا)۔ اس آدمی نے کہا کہ مروان نے میرے غلام کو پکڑ رکھا ہے اور وہ اس کا ہاتھ کاٹنا چاہتا ہے، آپ میرے ساتھ چلیں اور مروان کو بتائیں کہ ایک پودے کی چوری پر ہاتھ کاٹنا درست نہیں ہے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ مروان کے پاس جاکر اسے مذکورہ حدیث سنائی، چنانچہ مروان نے غلام کو چھوڑ دیا۔ ۳۱؎

ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن الحضرمی حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس اپنا ایک غلام لے کر حاضر ہوئے اور کہا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیجیے، کیونکہ اس نے چوری کی ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے دریافت کیا کہ اس نے کیا چرایا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ اس نے میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے، جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو، اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یہ تمھارا خادم ہے، اس نے تمھارا سامان چرایا ہے۔ ۳۳ ے

مروان بن حکم کے پاس ایک ایسا شخص لایا گیا، جو کسی کا سامان چھپٹ کر فرار ہو گیا تھا۔ انھوں نے اس کا ہاتھ کاٹنا چاہا اور اس سلسلے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو مسئلہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت نے جواب دیا کہ 'خلسہ' (یعنی سامان جھپٹنے میں) قطعِ ید نہیں ہے۔ ۳۳ ے

ابوبکر بن حزم کی گورنری کے زمانے میں ایک نبطی شخص پکڑا گیا، جس نے لوہے کی انگوٹھیاں چرائی تھیں۔ انھوں نے اس کا ہاتھ کاٹنے کے لیے اسے محبوس کر دیا۔ حضرت عمرہ بنت عبدالرحمنؒ کو معلوم ہوا تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ ربع دینار سے کم میں قطعِ ید نہیں ہے۔ چنانچہ نبطی کو چھوڑ دیا گیا۔ ۳۴ ے

جو شخص عاریۃً کوئی چیز لے کر اس کی واپسی سے انکار کر دے، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جس کے ذمہ کوئی قرض ہو اور وہ اس کی ادائی سے انکار کر دے۔ ۳۵ ے

اسی طرح اگر کوئی چور کسی گھر میں پایا جائے، اس نے سامان چرا لیا ہو، لیکن ابھی اسے لے کر گھر سے باہر نہ نکلا ہو تو امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے، جس نے پینے کے لیے شراب اپنے سامنے رکھی ہو، لیکن ابھی پی نہ ہو تو اس پر حد نہیں ہے۔ اسی طرح اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو کسی عورت کے ساتھ بیٹھا ہوا ور اس سے حرام کاری کرنا چاہتا ہو، لیکن ابھی کی نہ ہو تو اس پر بھی اس معاملے میں حد نہیں ہے۔ ۳۶ ے

'حرز' کی تعریف

علماء کہتے ہیں کہ چوری پر حد اس وقت نافذ کی جائے گی جب کوئی شخص ایسا مال

چرائے جو 'حرز' میں موجود ہو۔

ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ حرز کے بارے میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ حرز وہ ہوتا ہے جس کے ذریعہ لوگ اپنے اموال محفوظ کریں۔ حرز اشیاء اور مواضع کے فرق سے مختلف ہوسکتا ہے۔ مثلاً جب بازار میں مال ایک جگہ رکھ دیا جائے اور اس کا مالک اس کے پاس بیٹھ جائے تو یہ حرز ہوگا۔ ایسے ہی جب کوئی چیز کسی برتن میں رکھی ہوئی ہو، پھر اس سے نکال لی جائے اور اس کا مالک اس کے پاس ہو، یا ایک علاقہ کے اونٹ اس کے پاس ہوں یا صحراء میں بٹھائے گئے ہوں، جہاں ان پر نظر پڑ رہی ہو، یا بکریاں اپنے باڑے میں ہوں، یا سامان خیمہ میں رکھا ہوا ہو، یا کسی گھر میں سامان رکھ کر دروازہ بند یا مقفل کر دیا گیا ہو وغیرہ۔ ان تمام صورتوں پر 'حرز' کا اطلاق ہوگا۔ ۳۷

حرز کا مفہوم مندرجہ ذیل حدیث سے بہ خوبی واضح ہوتا ہے:

''حضرت صفوان بن امیہؓ مدینہ آئے۔ وہ اپنی چادر اپنے سر کے نیچے رکھ کر مسجد میں سو گئے۔ ایک چور آیا اور دھیرے سے چادر نکال کر لے جانے لگا۔ صفوان نے اسے پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لے گئے۔ آپؐ نے اس کا ہاتھ کاٹے جانے کا حکم جاری کر دیا۔ صفوان نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میرا مقصد اس کا ہاتھ کٹوانے کا نہیں تھا، یہ (چادر) اس کے لیے صدقہ ہے'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بات تھی تو تم نے اسے میرے پاس لانے سے پہلے (ایسا) کیوں نہ کیا؟''۳۸

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ صفوانؓ کی چادر ان کے اس پر لیٹنے کی وجہ سے حرز میں تھی، اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے چرانے والے کا ہاتھ کاٹے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ جب کفن چور قبر سے کفن نکال لے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے گا، کیونکہ قبر اس جیسی چیز کے لیے حرز ہے۔ ۳۹

غیر محروز شئ چرانے پر قطعِ ید میں علماء کے اختلافات

غیر محروز شئ چرانے والے کے قطع ید کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، ثوریؒ اور اوزاعیؒ کا قول یہ ہے کہ غیر حرز سے چرانے والے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ حجاز، عراق اور شام کے فقہاء نے بھی وجوبِ قطع میں بالاتفاق حرز کا اعتبار کیا ہے۔ اہلِ ظاہر اور بعض اہلِ حدیث نے اور ایک قول کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ ہر چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا، خواہ اس نے محروز مال چرایا ہو یا غیر محروز، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا مطلق حکم دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال کی وہ مقدار بتائی ہے جس کی چوری پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ آپؐ نے حرز کا ذکر نہیں فرمایا ہے۔ ۴۰

جو لوگ قطعِ ید کے سلسلے میں حرز کا لحاظ کرتے ہیں، ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لٹکے ہوئے پھل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا:

ماأصاب منه من ذی حاجة غير متخذ خبيئة فلا شئ عليه و من خرج بشئ منه فعليه غرامة مثليه والعقوبة و من سرق منه شيأ بعد أن يؤ ويه الجرين فبلغ ثمن المجن فعليه القطع۔ ۴۱

کوئی صاحبِ حاجت اس میں سے جو کچھ چھپائے بغیر حاصل کرلے اس پر کوئی چیز نہیں ہے، اور جو شخص اس میں سے کچھ لے کر نکلے اس پر دوگنا تاوان اور سزا ہے، اور جو کوئی اس میں سے کھلیان میں آنے کے بعد کچھ چرالے اور یہ ڈھال کی قیمت تک پہنچ جائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

اہلِ ظاہر اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی جس آیت میں حدِ سرقہ کا بیان ہوا ہے، اس میں عموم پایا جاتا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی چوتھائی دینار چوری کرنے پر قطع ید کی سزا دی ہے، حرز کی شرط نہیں لگائی ہے۔ اس لیے کوئی شخص اگر اتنا مال چرالے کہ اس میں قطعِ ید واجب ہوتا ہو تو چاہے وہ مال حرز میں ہو یا غیر حرز میں، اس پر حد لازم ہوگی۔

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ اگر کوئی شخص اتنا مال چرالے جس کی قیمت ربع دینار

سونے کے برابر یا اس سے زائد ہو تو اس کا ہاتھ کاٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے خلفاء کے عملِ متواتر اور تعاملِ امت سے ثابت ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دار نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ئ، ۱۲ / ۵۸

۲۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب اقامۃ الحدود، ۲۵۳۸۔ یہ حدیث سنن نسائی میں بھی آئی ہے، لیکن موقوف ہے۔علامہ البانی نے لکھا ہے کہ یہ موقوف ہے، لیکن مرفوع کے حکم میں ہے۔

۳۔ ابن تیمیہ، الدمشقی: السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاح الراعی والرعیۃ، دار الدعوۃ الاسلامیۃ، لاہور، سن ندارد، ص ۷۶

۴۔ ابن ماجہ، حوالہ سابق، ۲۵۳۷

۵۔ مسند احمد بن حنبل، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ئ، ۴ / ۲۲۱

۶۔ صحیح البخاری، ۱۲۹۵، صحیح مسلم، کتاب الوصیۃ، باب الوصیۃ بالثلث، ۴۲۰۹

۷۔ صحیح البخاری، کتاب الفرائض، ۶۷۴۵

۸۔ اس موضوع پر قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کا مطالعہ مفید ہوگا:
البقرۃ: ۲۱۵، ۲۱۹، ۲۴۵، ۲۶۱، ۲۶۵، ۲۷۲، الدھر: ۸ تا ۱۱، النور: ۶۱

۹۔ صحیح البخاری، کتاب الوصایا، باب ان یترک ورثۃ اغنیاء۔۔۔الخ، ۲۷۴۲

۱۰۔ قاضی ابو یوسف، کتاب الخراج، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، ۱ / ۱۲۶

۱۱۔ حوالہ سابق، ص ۱۲۳

۱۲۔ ابن تیمیۃ، السیاسۃ الشرعیۃ، ص ۷۱، ۷۲

۱۳۔ حوالہ سابق، ص ۷۲

۱۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب القضائ، باب الرجل یعین علی خصومۃ، ۳۵۹۷

۱۵۔ صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد، ۶۷۸۸

۱۶۔ ابن تیمیۃ، السیاسۃ الشرعیۃ، ص ۷۷، ۷۶

۱۷۔ مجد الدین فیروز آبادی، القاموس المحیط، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء، ص ۸۰۴

۱۸۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری (ترجمہ: سید عبدالدائم جلالی)، دارالاشاعت کراچی، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء، ۳/ ۳۰۶

۱۹۔ موطا امام مالک، (تحقیق: ڈاکٹر بشار عباد معروف)، باب ما یجب فیہ القطع، ۲۴۰۶، دارالغرب الاسلامی، بیروت، ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء، سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب ما قطع فیہ السارق، ۴۳۸۸

۲۰۔ ابن عبدالبر، التمہید لما فی المؤطا من المعانی والأسانید، المکتبۃ التجاریۃ، مصطفی احمد الباز، مکۃ المکرمۃ، ۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۷ئ، ۱۴/ ۳۷۵، ۳۷۶

۲۱۔ حوالہ سابق

۲۲۔ موطا امام مالک، ۲/ ۳۹۴

۲۳۔ ابن عبدالبر، التمہید، ۱۹/ ۲۱۱

۲۴۔ حوالہ سابق، ۲/ ۳۹۵، ۳۹۴

۲۵۔ حوالہ سابق، ۲/ ۳۹۵

۲۶۔ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ والسارق ......الخ، ۶۷۸۹، ۶۷۹۰، ۶۷۹۱

۲۷۔ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۶۷۹۵

۲۸۔ شوکانی، نیل الأوطار، داراحیاء التراث العربی، بیروت، سن ندارد، ۷/ ۱۴۱

۲۹۔ حوالہ سابق، ۱۴/ ۳۸۱۔ ۳۸۲

۳۰۔ حوالہ سابق

۳۱۔ موطا امام مالک، ۲/ ۴۰۳۔ ۴۰۴ ۳۲۔ حوالہ سابق، ۴۰۵

۳۳۔ حوالہ سابق ۳۴۔ حوالہ سابق

۳۵۔ حوالہ سابق، ۲/ ۴۰۶ ۳۶۔ حوالہ سابق

۳۷۔ حوالہ سابق، ۱۱/ ۲۲۲ ۳۸۔ حوالہ سابق، ۲/ ۳۹۷۔ ۳۹۸

۳۹۔ حوالہ سابق، ۱۱/ ۲۲۲ ۴۰۔ حوالہ سابق، ۱۱/ ۲۲۱

۴۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللقطۃ، ۱۷۱۲

☆☆☆

اعلانِ ملکیت سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی، فارم: ۴، رول: ۹

ا۔مقام اشاعت: نبی نگر، (جمال پور)علی گڑھ

۲۔نوعیت اشاعت: سہ ماہی

۳۔ پرنٹر پبلشر: سید جلال الدین عمری

۴۔قومیت: ہندوستانی

پتہ: دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی -۲۵

۵۔ایڈیٹر: سید جلال الدین عمری،

پتہ: دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی -۲۵

٦۔ملکیت: ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی،

نبی نگر،(جمال پور)علی گڑھ

بنیادی ارکان کے اسمائے گرامی

ا۔مولانا سید جلال الدین عمری (صدر)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی -۲۵

۲۔ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی (سکریٹری)

سی ۹، ڈوپلکس کوارٹرس، سول لائنس، علی گڑھ

۳۔ڈاکٹر محمد رفعت (خازن)

شعبۂ فزکس، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

۴۔ پروفیسر صدیق حسن (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی -۲۵

۵۔جناب محمد جعفر (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی -۲۵

٦۔مولانا محمد فاروق خاں (رکن)

۱۳۵۳۔ بازار چتلی قبر، دہلی-٦

۷۔جناب ٹی، کے، عبداللہ (رکن)

مالاتھن کنڈی ہاؤس، بیلیری، کالی کٹ

(کیرلا)

۸۔ جناب نصرت علی (رکن)

دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، نئی دہلی -۲۵

۹۔ ڈاکٹر احمد سجاد (رکن)

طارق منزل، بریاتو ہاؤسنگ کالونی، رانچی

۱۰۔انجینیر سید سعادت اللہ حسینی (رکن)

حیدرآباد

مندرجہ بالا معلومات میرے علم ویقین کی حد تک بالکل درست ہیں۔

پبلشر

سید جلال الدین عمری